كتاب الجهاد

كتاب الجهاد

عیسائی مسلم تعلقات پر

صلیبی جنگوں کے اثرات

مستشرقین نے اسلام کے متعلق صدیوں سے جو معاندانہ رویہ اپنا رکھا ہے، اس کے اسباب کی تہہ تک پہنچنے کیلئے مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلقات کو تاریخ کے پس منظر میں دیکھنا ضروری ہے اور ان دونوں مذاہب کی طویل باہمی چپقلش کو صلیبی جنگوں سے علیحدہ کر کے دیکھنا ممکن نہیں۔

تاریخ کا ہر طلب علم اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ مسلمان ساتویں صدی عیسوی میں دنیا کی عظیم ترین طاقت بن کر نمودار ہوئے اور انہوں نے انتہائی قلیل مدت میں دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اپنے دور کی دو عالمی طاقتیں ان سے ٹکرائیں اور پاش پاش ہوگئیں۔ اسلامی فتوحات کے اس سیلاب میں ایرانی سلطنت صفحہ ہستی سے مٹ گئی اور بیزنطینی سلطنت اپنے بے شمار علاقوں سے محروم ہوگئی۔ مدینہ کی اسلامی ریاست کے قیام سے صرف سترہ سال بعد مسلمانوں نے عیسائیوں سے اپنا قبلہ اول چھین لیا۔(۱) سو سال سے بھی کم عرصہ گزرا تھا کہ مسلمانوں نے اندلس کی سرزمین پر اپنے ہلالی پرچم لہرادیئے اور ۹۲ھ میں طارق بن زیاد نے راڈرک کے لشکر کو تاریخی شکست دے کر اندلس میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا۔(۲)

یہ وہ دور تھا جب مسلمان ایمان کی قوت سے سرشار تھے۔ ان کے اخلاق میں اور ان کے کردار میں اسلام کی نورانی تعلیمات کے جلوے ضوفشاں تھے۔ غیرت ایمانی ان کی ڈھال تھی اور اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ ان کی تلوار تھا۔ وہ نہ موت سے ڈرنا جانتے تھے اور نہ ہی دنیا کی چمک انہیں خرید سکتی تھی۔ انہی خوبیوں سے متصف ہو کر وہ جزیرہ عرب سے نکلے اور دنیا پر چھا گئے۔ ان کے راستے میں نہ مکہ و طائف کی بت پرستی ٹھہر سکی اور نہ ہی یثرب و خیبر کی یہودیت، نہ ایران کی مجوسیت ان کے راستے میں بند باندھ سکی اور نہ ہی مشرقی و مغربی یورپ کی نصرانیت۔ ان کی تلواریں دشمن کی تلواروں سے ٹکرائیں اور انہیں کند کر دیا۔ ان کے اخلاق و کردار نے دشمن کے دلوں کو فتح کیا۔ ان کے دین کی نورانی تعلیمات نے مختلف افکار و نظریات کی تہی دامنی کو آشکارا کیا اور مشرق و مغرب کی فضائیں کلمہ توحید کی صداؤں سے گونج اٹھیں۔

۱۔ ابوالحسن البلاذری ''فتوح البلدان''، (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۴۵۔

۲۔ ''اندلس'' اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۳ء۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

حکمت خداوندی نے آفتاب اسلام کے طلوع کے لئے جس زمانے کا انتخاب کیا تھا کہ ظلمت و تاریکی میں اپنی مثال آپ تھا۔ انسانیت کی جتنی تذلیل اس دور میں ہو رہی تھی شاید اتنی تاریخ انسانی کے کسی دوسرے دور میں نہ ہوئی ہو۔ جہالت کا عفریت اس عہد میں جس طرح تباہی مچا رہا تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

بنو اسرائیل نے ہر زمان میں اپنی تحریفی کارروائیاں جاری رکھیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیائے کرام مسلسل اس دنیا میں تشریف لاتے رہے اور الہامی تعلیمات سے انسانی تحریفات کے عنصر کو صاف کر کے انہیں شفاف آئینے کی طرح بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کا زمانہ فترت کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں اہل کتاب نے الہامی تعلیمات کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک کیا۔ اہل کتاب ہونے کے باوجود وہ الہامی روشنی سے محروم ہو چکے تھے۔ عیسائیوں کے مختلف فرقوں کی باہمی چپقلش عروج پر تھی۔ مغربی کلیسا، کلیسائے مشرق کے ساتھ برسرِ پیکار تھا۔ کلیسائے مشرق کی نسطوری اور یعقوبی شاخیں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے میں مصروف تھیں۔ حکام ظالم اور عیاش بن چکے تھے۔ امراء عیش و طرب کی زندگی میں مدہوش تھے۔ احبار و رہبان کو صرف زر و سیم کی چمک میں سکون قلب میسر آتا تھا۔ رعایا حکام کے مظالم سے تنگ آ چکی تھی اور ان کے آہنی شکنجے سے نکلنے کے لئے بے چین تھی۔ ان حالات میں آفتاب اسلام کی نورانی کرنیں نمودار ہوئیں اور انہوں نے ظلم کی شب دیجور کو ختم کر کے رکھ دیا۔

اسلام کے بسرعت پھیلنے کا راز جہاں ایک طرف اس کی نورانی تعلیمات اور اس کے خادموں کے پاکیزہ کردار میں مضمر تھا وہاں عالم انسانیت کی زبوں حالی، مذہبی عقائد و نظریات کا کھوکھلا پن اور استبدادی قوتوں کا جبر و استبداد بھی اشاعت اسلام کے لئے مدد و معاون ثابت ہوئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے وہاں کے مظلوم انسانوں نے ان کے لئے اپنے دیدۂ و دل فرش راہ کر دیئے۔ بے شمار علاقوں کے باسیوں نے اپنے حکام کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں کو مداخلت کی دعوت دی۔ ان حالات میں اسلام انتہائی تیزی سے پھیلا۔ اس کی ہمہ گیر فتوحات علاقوں کے ساتھ ساتھ دلوں کو بھی فتح کرتی چلی گئیں اور قسطنطنیہ کی فصیلوں، بواتیہ کے شارل مارٹل اور دولت خزر کے علاوہ کوئی طاقت ان کے راستے میں حائل نہ ہو سکی۔ (۱)

جن طاقتوں نے اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی ان میں سے کچھ تو ہمیشہ کے لئے صفحہ

۱۔ ڈاکٹر سہیل زکار، مترجم و مقدمہ نگار، ''تاریخ الحروب الصلیبیہ''، از ولیم صوری، (دارالفکر، ۱۹۹۰ء) جلد ۱، صفحہ ۲۱۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابو زرعہ)

ہستی سے نابود ہو گئیں اور انہیں پھر کبھی سر اٹھانے کا موقعہ نہ ملا۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ جن طاقتوں نے کبھی اسلام کی شمع کو گل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا، وہی طاقتیں پھر اسلام کی علمبردار بن کر اٹھیں اور انہوں نے اسلام کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر دیا۔ ابو جہل جیسے دشمن اسلام کے جگر گوشے نے شجر اسلام کی آبیاری کے لئے اپنا خون پیش کیا۔ ابو سفیان اور عمرو بن عاص جیسے لوگ جو کبھی اسلام دشمن قوتوں کی قیادت کر رہے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور اس دین حق کی اشاعت کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ جنگ احد میں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کرنے والا خالد بن ولید اشاعت اسلام کے راستے میں شہادت کو ہی کائنات کی سب سے بڑی سعادت سمجھنے لگا۔ وہ ایرانی جنگجو جو کبھی اپنی طاقت کے نشے میں سرمست اسلام کو مٹانے کے لئے اٹھے تھے کچھ عرصہ بعد وہی اسلام کے علمبرداروں کی شکل میں نظر آئے۔

تاریخ اسلام کا یہ باب اتنا روشن اور پاکیزہ ہے کہ کسی قوم کی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ کتنی حیران کن حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کا مقابلہ میدانِ جنگ میں کیا تھا، جن کے مسلمانوں کے ساتھ خون ریز معرکے ہوئے تھے اور ان کے کئی عزیز مسلمانوں کے ہاتھوں خاک وخون میں تڑپ گئے تھے، وہی لوگ اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے دینی بھائی بن گئے۔ وہ ماضی کی تلخیوں کو بھول گئے اور اپنے دینی بھائیوں کے شانہ بشانہ اسی دعوت کو پھیلانے کے لئے مصروف جہاد ہو گئے جس کو دبانے کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔

کچھ لوگ اسلام کو صرف عربوں کا دین سمجھتے ہیں اور اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسلام کی دعوت کو ایشیا، افریقہ اور یورپ کے طول وعرض تک پہنچایا تھا وہ صرف عرب ہی نہ تھے بلکہ ان میں شامی بھی تھے اور عراقی بھی، ایرانی بھی تھے اور مصری بھی، سلجوقی بھی تھے اور غزنوی بھی، ترک بھی تھے اور بربر بھی۔ یہ بات بھی اوراق تاریخ پر ثبت ہے کہ ان سب قوموں نے ابتدا میں اسلام کے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اسلام خدا کا بھیجا ہوا دین ہے اور خدائے قادر و قیوم اس بات پر قادر ہے کہ وہ صنم خانے کے پجاریوں کو کعبے کا نگہبان بنا دے۔

جن قوموں نے اسلام کی اشاعت کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی ان میں سے اکثر نے اسلام کی حقانیت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے لیکن عیسائیوں اور یہودیوں نے اسلام دشمنی کا رویہ کبھی ترک نہیں کیا۔ مسلمانوں کے دور عروج میں یہ قومیں کسی حد تک دب ضرور گئیں لیکن خاموش ہو کر بیٹھی نہیں۔ یہودیوں کی چونکہ کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی اس لئے یثرب وخیبر سے یہودیوں کے انخلاء کے بعد ان کا براہ راست مسلمانوں کے ساتھ مسلح تصادم نہیں ہوا لیکن دولت خزرجس نے مسلمانوں کے

مشرقی یورپ میں داخل ہونے کا راستہ روکا تھا اس کے حکمرانوں نے آٹھویں صدی عیسوی میں دین یہودیت قبول کر لیا تھا۔ یہ حکومت تیرہویں صدی عیسوی تک قائم رہی حتیٰ کہ روسیوں نے اس کا خاتمہ کیا اور یہاں سے یہودی یورپ کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔

اب دنیا میں یہودیوں کی جو کل تعداد آباد ہے اس کا نوے (۹۰) فی صد حصہ انہی لوگوں پر مشتمل ہے جن کا تعلق اس دولت خزر سے منتشر ہونے والوں کے ساتھ ہے۔(۱)

عیسائیوں کا معاملہ یہودیوں سے مختلف ہے۔ ان سے مسلمانوں نے دنیا کے مختلف علاقے چھینے تھے۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت کی صورت میں عیسائیوں کی ایک مضبوط حکومت موجود تھی۔ مغربی یورپ میں بھی پاپائیت کا بڑا زور تھا۔ مسلمانوں نے جن علاقوں کو فتح کیا تھا، ان کو یہود و نصاریٰ سے پاک کرنے کی پالیسی پر انہوں نے کبھی عمل نہیں کیا تھا۔ اہل کتاب جزیہ دے کر مسلمانوں کی حفاظت میں مسلمانوں کے علاقوں میں پرامن زندگی گزارتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں نے انہیں اپنے علاقوں سے نہیں نکالا بلکہ مسلمانوں کے زیر سایہ رہتے ہوئے بھی ان کے سماجی مقام میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں آئی جس کی وجہ سے انہیں احساس کمتری کا شکار ہونا پڑتا۔ وہ مسلمان خلفاء کے درباروں میں بلند ترین مناصب پر فائز رہے۔ مسلمانوں کے سائے میں ان کے ذہین اور قابل افراد کو اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے کے مواقع میسر آئے۔ حکومت کی طرف سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انہوں نے بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے اور ان کے ان علمی کارناموں کی وجہ سے ان کے نام آج تک صفحات تاریخ پر ثبت ہیں۔

مسلمانوں کے تحت رہتے ہوئے انہیں جان و مال کی حفاظت کی ضمانت حاصل تھی۔ وہ اپنے مذہب اور عقیدے کے معاملے میں آزاد تھے۔ ان کو اپنے باہمی تنازعات کے فیصلے اپنی اپنی شریعتوں کے مطابق کرنے کا حق حاصل تھا۔ مسلمان بادشاہوں کی شکل میں انہیں جو عادل اور رحمدل حکمران ملے تھے، اس قسم کے عادل اور رحمدل حکمرانوں کا خواب انہوں نے عیسائی غلبے کے دور میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

لیکن یہ ایک انتہائی تلخ حقیقت ہے کہ مسلمان اپنی تمام عدل گستریوں اور رحمدلانہ کارروائیوں کے باوجود اہل کتاب کے دلوں سے تعصب اور اسلام دشمنی کے جذبے کو ختم نہ کر سکے۔ مسلمانوں سے وہ اس عادلانہ سلوک کے باوجود خوش نہ ہوئے اور مسلمانوں کو اس بات کی توقع بھی نہیں کرنی چاہئے تھی کیونکہ قرآن حکیم نے پہلے ہی اعلان کر رکھا تھا۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط قُلْ اِنَّ

۱۔ تاریخ الحروب الصلیبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۷۔

هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَ كَ
مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (۱)

''اور ہرگز خوش نہ ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ عیسائی یہاں تک کہ آپ پیروی کرنے لگیں ان کے دین کی۔ آپ (انہیں) کہہ دیجئے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور اگر (بفرض محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آ چکا ہے (تو پھر) نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ (کی گرفت) سے بچانے والا کوئی یار اور نہ کوئی مددگار۔''

یہود و نصاریٰ کے مسلمانوں سے خوش ہونے کی شرط بہت کڑی تھی۔ ان قوموں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں کو اپنے دین سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ اس شرط کو تو مسلمان پورا نہیں کر سکتے تھے لیکن اس حقیقت کے باوجود اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ان کے ساتھ عدل کرنے کا حکم دیا۔ اسلام نے مسلمانوں کو یہ تنبیہ تو ضرور کی تھی کہ وہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دانائے راز نہ بنائیں اور فرمایا تھا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط
وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ج وَمَا تُخْفِىْ
صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (۲)

''اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا رازدار غیروں کو۔ وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں۔ وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے۔ ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے صاف بیان کر دیں تمہارے لئے اپنی آیتیں اگر تم سمجھ دار ہو۔''

قرآن حکیم نے اس آیت کریمہ کے ذریعے مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ یہود و نصاریٰ کو اپنا ہمراز بنائیں لیکن اس ممانعت کے باوجود اسلام نے اپنے پیروکاروں کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں بلکہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان قوموں کے بارے میں محتاط رہیں۔ اسلام کا حکم یہ تھا کہ ان قوموں سے تعلقات استوار کرنے سے پہلے ان کے رویہ کو دیکھ لیں۔ اگر ان کا رویہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ ہے تو ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی مسلمانوں کو اجازت نہیں اور اگر ان کا رویہ معاندانہ نہیں تو مسلمان بھی ان کے ساتھ دنیوی

۱۔ سورۃ البقرۃ، ۱۲۰۔ ۲۔ سورۃ آل عمران: ۱۱۸۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

معاملات میں دوستانہ رویہ اختیار کر سکتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ۝ اِنَّمَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ اَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَ ظٰھَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡھُمۡ ۚ وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝ (۱)

''اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معالمے میں جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے معالمے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا مدد دی تمہارے نکالنے میں کہ تم انہیں دوست بناؤ اور جو انہیں دوست بناتے ہیں تو وہی (اپنے آپ پر) ظلم توڑتے ہیں۔''

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے زیر سایہ امن و عافیت کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف بغض اور دشمنی بدستور موجود رہی اور ان کی اس اسلام دشمنی کو دنیا کی عیسائی حکومتوں سے غذا ملتی رہی۔

مسلمان جب تک منظم اور طاقتور تھے، جب ان کی زمام اقتدار جرأتمند اور غیور لوگوں کے ہاتھ میں تھی، اس وقت تک ان لوگوں کو اسلام کے خلاف کارروائی کا موقعہ نہ ملا اور انہوں نے مسلمانوں کے زیر سایہ امن و عافیت اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کو ہی کافی سمجھا۔ لیکن تاریخ کی یہ بڑی تلخ حقیقت ہے کہ جن قوموں کا آفتاب اقبال کبھی پوری آب و تاب سے نصف النہار پر ضوفشاں نظر آتا ہے وہی قومیں کسی دوسرے دور میں اغیار کے رحم و کرم پر نظر آتی ہیں۔ مسلمانوں کی ملی تاریخ بھی اس کلیے سے مستثنٰی نہیں۔ جب تک مسلمان اپنے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہے، دنیا ان کی عظمتوں اور رفعتوں کی معترف رہی لیکن اس ملت پر وہ وقت بھی آیا جب اس کا رابطہ اپنے دین کی قوت بخش تعلیمات سے کمزور پڑ گیا، جب ان کی قوت عمل مفلوج ہوگئی، جب ان کی زمام اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی جن کا مقصد خدا کی زمین پر خدا کی عظمت کا جھنڈا لہرانا نہ تھا بلکہ انہوں نے شان و شوکت

۱۔ سورۃ الممتحنۃ: ۹۔۸

کی زندگی گزارنے اور دوسروں پر اپنی بڑائی کا رعب جمانے کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا، جو بیت المال کو قوم کی امانت نہیں بلکہ اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے تھے، جن کو شمشیر و سناں سے زیادہ طاؤس و رباب مرغوب تھے، جن کے دربار میں اصحاب علم وفن نہیں بلکہ مطرب اور مغنی اعلیٰ مقام پاتے تھے، جن کے نزدیک اہل الرائے اور مخلص افراد ملت کی نہیں بلکہ چاپلوسوں کی قدر و قیمت زیادہ تھی، جب ملت کی زمام اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی تو وہی ہوا جو ایسے حالات میں ہوتا ہے۔

خالق کائنات کا قانون سب قوموں کے لئے ایک ہے۔ اس نے مسلمانوں کو بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی اجازت نہیں دی کہ وہ جو چاہیں کرتے رہیں، رفعتیں اور بلندیاں صرف انہی کو حاصل ہوں گی۔ نہیں، بلکہ خالق کائنات کا قانون ہے کہ جو قومیں بے عمل اور بدعمل ہوتی ہیں مکافاتِ عمل کا خدائی قانون انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور ان کی زبوں حالی دوسری قوموں کے لئے درس عبرت بن جاتی ہے۔

ملت اسلامیہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ جب خلافت بغداد کمزور ہوگئی تو شرپسند عناصر کو کھل کھیلنے کا موقعہ مل گیا۔ قسمت آزما لوگوں نے عظمت ملت کے کھنڈرات پر اپنے ذاتی اقتدار کی عمارتیں تعمیر کرنا شروع کر دیں۔ دربارِ خلافت مختلف عناصر کی باہمی چپقلش کی آماجگاہ بن گیا۔ تشدد پسند عناصر نے ملت کو فرقہ واریت کی بھٹی میں جھونک دیا اور سلطنت اسلامیہ کئی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔

گیارہویں صدی عیسوی میں ملت اسلامیہ سیاسی، اقتصادی اور نظریاتی ابتری کا شکار تھی۔ دو مستقل خلافتیں قائم تھیں۔ ایک بغداد میں اور دوسری قاہرہ میں۔ یہ دونوں خلافتیں ایک دوسری کے ساتھ برسرِ پیکار تھیں۔ ان کے سیاسی اور نظریاتی اختلافات میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی گردنیں مسلسل کٹ رہی تھیں۔ ان کے داخلی حالات اور بھی ابتر تھے۔ خلفاء اپنے درباری سرداروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے اور سردار، خلفاء پر اپنے اثرات کو بڑھانے اور اپنے مدمقابل سرداروں کو نیچا دکھانے کی کوششوں بلکہ سازشوں میں مصروف تھے۔

مختلف عناصر نے مختلف اسلامی علاقوں میں اپنی اپنی آزاد اور خودمختار ریاستیں قائم کر لی تھیں اور یہ ریاستیں بھی مسلسل باہم برسرِ پیکار تھیں۔ یہ ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف عیسائیوں سے مدد لینے سے بھی دریغ نہیں کرتی تھیں۔

ادھر جنوبی یورپ میں بھی مسلمانوں کی قوت کمزور پڑ گئی تھی۔ سسلی کا جزیرہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ سپین میں بھی ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔ ان کی متحدہ قوت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہوگئی تھی۔ یہ ریاستیں آپس میں نہ صرف دست و گریباں تھیں بلکہ ایک دوسرے کے

خلاف عیسائیوں سے مل جانے سے بھی دریغ نہیں کرتی تھیں۔ ان حالات میں اندلس کے مسلمانوں کی قوت روز بروز کمزور پڑتی جا رہی تھی اور عیسائیوں کی قوت بڑھتی جاتی تھی۔

عیسائیوں کی متعدد حکومتیں قائم ہو گئی تھیں۔ مشرقی سپین کی عیسائی حکومت اتنی طاقتور ہو گئی تھی کہ اس کا فرماں روا الفانسو دوم اسلامی حکومتوں سے خراج وصول کرتا تھا۔ عیسائی دنیا کو یقین ہو گیا تھا کہ اسپین سے مسلمانوں کے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ (۱)

مسلمانوں کی اس زبوں حالی اور کمزوری سے عیسائیوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں میں اپنا اثر ونفوذ بڑھانے بلکہ ان علاقوں پر ایک مرتبہ پھر عیسائیت کا پرچم لہرانے کے لئے کارروائیاں تیز کر دیں۔

شام اور فلسطین میں عیسائیوں کی کثیر تعداد مستقل طور پر آباد تھی اور یورپ بھر سے بھی عیسائی زائرین مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے مسلسل فلسطین آتے رہتے تھے۔ یہ زائرین کس قسم کے لوگ ہوتے تھے، اس کے متعلق لیبان یوں رقمطراز ہے۔

> ''قسطنطین کے وقت سے اور علی الخصوص اس زمانہ سے جب ہارون رشید اور شارلیمین کے مابین سلام و پیام ہوا، عیسائیوں کی زیارت فلسطین جاری رہی اور روز بروز بڑھتی گئی۔ ان زائرین کے بعض گروہ تو فی الواقع ایک فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایک قسیس رچرڈ اپنے ساتھ سات سو آدمی لے گیا جو وہاں تک نہ پہنچ سکے اور سائپرس واپس آئے۔ ۱۰۲۴ء میں شیر فرائے میانس کا بطریق اور چار بطریق اور، اپنے ساتھ سات ہزار زائرین کا گروہ لے گئے۔ ان میں بہت سے سردار اور امراء تھے جو بدویوں اور ترکمانوں سے لڑتے بھی تھے۔ بیت المقدس کی زیارت اس قدر مشکل اور پرخطر ہو گئی کہ پادریوں نے مجرموں کیلئے اسے سزا قرار دیا تھا۔ اس زمانے میں بڑے بڑے مجرم بہت ہی کثرت سے تھے اور چونکہ دوزخ کی آگ کا خوف شدت سے تھا اس لئے زائرین کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ بہ استثنائے چند راسخ الاعتقاد اشخاص کے بیت المقدس کے اکثر زائرین اس قسم کے بدمعاش ہوتے تھے جن کی فطرت میں ہر قسم کی شرارت بھری ہوئی تھی اور جنہیں محض دوزخ کی آگ میں جلنے کا خوف اتنی دور لے جاتا تھا۔'' (۲)

۱۔ معین الدین احمد ندوی، ''تاریخ اسلام اخیریں''، ناشران قرآن لاہور، صفحہ ۴۸۸۔

۲۔ معین الدین احمد ندوی، ''تاریخ اسلام اخیریں''، صفحہ ۴۹۰، بحوالہ تمدن عرب اردو ترجمہ، صفحہ ۲۹۳۔

یہ ایسے حالات تھے جن میں ملت اسلامیہ کا مستقبل انتہائی مخدوش نظر آتا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ملت عیسوی کے اقبال کا آفتاب طلوع ہونے کے قریب ہے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ اسے یہ منظور نہ تھا کہ تثلیث پرستوں کے ہاتھوں دین توحید کی رسوائی ہو۔ اس نے اپنے دین کی حفاظت کا مقدس فریضہ ان لوگوں سے واپس لے لیا جنہوں نے اپنے آپ کو اس عظیم ذمہ داری کے لئے نااہل ثابت کر دیا تھا اور اس نے یہ ذمہ داری اپنے کچھ اور خوش نصیب بندوں کو سونپ دی۔

اسی زمانے میں ایشیائے کوچک سے ترکان آل سلجوق اٹھے۔ انہوں نے خلفائے عباسیہ کو دوسرے سرداروں کے تسلط سے آزاد کرا کے اپنے تسلط میں لیا، شام و فلسطین کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ختم کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا اور اس طرح مسلمانوں کی منتشر قوت کی شیرازہ بندی کی۔

سلجوقیوں کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور انہوں نے ایشیائے کوچک کے بہت سے علاقے فتح کر لئے۔ انہوں نے جو علاقے فتح کئے تھے گو وہ براہِ راست بیزنطینی سلطنت کا حصہ تو نہ تھے البتہ وہ علاقے ایک تو بیزنطینی سلطنت کے ہمسائے تھے دوسرا ان ریاستوں کے اکثر حکمران بیزنطینی سلطنت کے باجگزار تھے۔ اس لئے بیزنطینی ان علاقوں میں مسلمانوں کی فتح پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ قیصر ارمانوس دیوجانس ۱۰۷۱ء / ۴۶۴ھ میں سلجوقی سلطان الپ ارسلان کی فتوحات کو روکنے کے لئے تین لاکھ کا لشکر جرار لے کر میدان میں آیا۔ مناز کرد کے میدان میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ سلجوقی تعداد کی قلت کے باوجود بڑی بے جگری سے لڑے اور قیصر کی فوجوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ قیصر ارمانوس مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا۔ (۱) یہ پہلا بیزنطینی شہنشاہ تھا جس کو مسلمانوں نے قیدی بنایا تھا۔ اس ذلت آمیز شکست نے بیزنطینی حکومت کا وقار خاک میں ملا دیا۔ الپ ارسلان نے قیصر کو زر فدیہ لے کر چھوڑ دیا اور اس کو بڑے احترام سے رخصت کیا۔ (۲) اس شاندار فتح کے بعد سلجوقی مسلمانوں کا ایشیائے کوچک، شام اور جزیرہ پر مکمل تسلط قائم ہو گیا۔ (۳)

مسلمانوں کے ہاتھوں اس عبرت ناک شکست کے بعد بیزنطینیوں نے پاپائے روم سے اپنے صدیوں پرانے اختلافات کو فراموش کر دیا اور مسلمانوں سے اپنے علاقے بازیاب کرانے کے لئے پاپائے روم سے مدد کی درخواست کر دی۔ (۴)

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مغربی یورپ سے عیسائی زائرین مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے

۱۔ تاریخ الحروب الصلیبیہ، صفحہ ۳۹، نیز "تاریخ اسلام اخیریں"، صفحہ ۴۴۸۔

۲۔ ایضاً، صفحہ ۴۹۹۔

۳۔ تاریخ الحروب الصلیبیہ، صفحہ ۳۹۔ ۴۔ ایضاً۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

فلسطین آتے تھے۔ ان میں اکثریت جرائم پیشہ افراد کی ہوتی تھی جن کو پادری گناہ بخشوانے کے لئے ارض مقدس کی زیارت کرنے کا حکم دیتے تھے۔

یہ عیسائی زائرین مسلم علاقوں میں آزادانہ داخل ہوتے اور ملکی قوانین کو پس پشت ڈال کر من مانیاں کرتے۔ ان لوگوں کی ان کارروائیوں سے مسلمانوں کے علاقوں میں امن و امان کے بیشمار مسائل پیدا ہوتے۔ جب تک مسلمان کمزور تھے وہ ان یورپی زائرین سے تعرض نہ کرتے تھے۔ لیکن جب ان علاقوں پر سلجوقی ترکوں کا غلبہ ہوا تو ان کے لئے عیسائیوں کی اس بے لگامی کو برداشت کرنا ممکن نہ تھا۔ انہوں نے عیسائی زائرین کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ ملکی قوانین کا احترام کریں اور راستے کی آبادیوں سے تعرض نہ کریں۔

قانون کی پابندی ان لوگوں کو اپنی آزادی پر حملہ نظر آئی۔ ان پابندیوں کے نتیجے میں مغربی یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور مقاماتِ مقدسہ اور ان تک پہنچنے کے راستوں کو مسلمانوں کے تسلط سے آزاد کرانا دینی فریضہ قرار پایا۔ (۱)

اسی زمانے میں ایک اور واقعہ پیش آیا جس نے معرکہ ہلال و صلیب کا رخ بدل دیا۔ جس زمانے میں سپین کے مسلمان باہمی انتشار کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے، ان کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی تھی، مملکت کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی تھی، یہ ریاستیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھیں اور عیسائی قوتیں سیلاب بن کر ان کو بہا لے جانے کے لئے تیار تھیں، اسی زمانے میں شمالی افریقہ میں پاسبانانِ حرم کی ایک نئی جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ لوگ مرابطین کے نام سے مشہور ہیں۔ یوسف بن تاشفین اسی سلسلے کا عظیم مجاہد ہے جس کی جرأت، شجاعت اور تدبر نے سپین میں مسلمانوں کے زوال پذیر اقتدار کو سہارا دیا اور سپین میں مزید کئی صدیوں تک مسلمانوں کی عظمت کے جھنڈے لہراتے رہے۔

جب سپین میں مسلمانوں کا اقتدار خطرے میں نظر آیا تو اشبیلیہ کے حکمران معتمد بن عباد نے مرابطی سلطان یوسف بن تاشفین سے مدد طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ معتمد کا شمار پانچویں صدی ہجری کی عظیم شخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ ایک عظیم سیاستدان، کامیاب منتظم اور ایک بہادر جنگجو ہونے کے علاوہ ایک عظیم ادیب اور شاعر بھی تھا۔ (۲)

معتمد نے یوسف بن تاشفین سے اندلس کی سرزمین پر مسلمانوں کی زبوں حالی کا مداوا کرنے کی کوشش کی۔ یوسف بن تاشفین کو اس وقت کئی داخلی مسائل درپیش تھے۔ سپین جانے کی صورت

۱۔ ''صلیبی جنگیں'' اردو دائرہ معارف الاسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۰۔

۲۔ تاریخ الحروب الصلیبیہ، صفحہ ۴۶۔

میں اسے مراکش میں اقتدار سے محروم ہونے کا خوف بھی تھا لیکن اس کے سینے میں ایک مسلمان مجاہد کا دل دھڑکتا تھا۔ اس نے مشکل ترین حالات میں جس جذبے کے ساتھ سپین کے مسلمانوں کی امداد کے لئے جانے کا فیصلہ کیا اس کا صحیح اندازہ اس گفتگو سے ہوسکتا ہے جو سپین روانہ ہونے سے پہلے، اس کی اپنے بیٹے کے ساتھ ہوئی۔ اس کے بیٹے نے کہا: کیا آپ اندلس جاتے ہوئے ہمارے اس اندلس (مراکش) کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑے جارہے ہیں جو ہم سے حکومت چھین کر ہمیں تباہ و برباد کر دیں گے؟ یوسف بن تاشفین نے اپنے لخت جگر کی یہ بات سن کر یہ تاریخی جملے کہے: میرے بچے! خدا کی قسم لوگ میرے متعلق کسی کی زبان سے یہ بات نہیں سنیں گے کہ میں نے اندلس کو دوبارہ دار کفر بننے دیا، اور نہ یہ سنیں گے کہ میں نے اندلس کو عیسائیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اسلام کے منبروں سے مجھ پر بھی وہی لعنتیں برسیں جو دوسروں پر برس رہی ہیں۔ خدا کی قسم اونٹوں کے خطرے کو برداشت کرنا میرے لئے خنزیروں کے خطرے کو برداشت کرنے سے بہتر ہے۔ (۱)

یوسف بن تاشفین نے معتمد بن عباد کی دعوت کو وقت کی پکار سمجھا اور ۴۷۹ھ میں پچیس ہزار کا لشکر لے کر اندلس پہنچ گیا۔ اشبیلیہ میں معتمد نے اس کا استقبال کیا۔ مختلف ریاستوں کے مسلمان بادشاہ بھی اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اس طرح اسلامی لشکر کی کل تعداد پچاس ہزار ہوگئی۔ (۲)

یوسف بن تاشفین نے قشتالہ کے عیسائی بادشاہ الفانسو ششم کو لکھا کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لے یا جزیہ ادا کرے اور یا پھر جنگ کے لئے تیار ہوجائے۔ الفانسو نے جنگ کی دعوت قبول کی اور صلیب کے جھنڈے کے نیچے ایک عظیم لشکر لے کر زلاقہ کے میدان میں پہنچ گیا۔ اس لشکر میں یورپ کے ہر حصے سے جنگجو شامل تھے اور انہیں پوپ کی تائید حاصل تھی۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اور اس جنگ کا نتیجہ مسلمانوں کی شاندار فتح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس جنگ میں عیسائیوں کے چالیس ہزار کے قریب جنگجو کام آئے اور خود الفانسو شدید زخمی ہوا۔ اس شکست نے عیسائیوں کی آرزوؤں کا تاج محل زمین بوس کر دیا اور سپین میں مسلمانوں کے اقتدار کو حیات نو مل گئی۔

یہ بات خصوصی طور پر ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ زلاقہ کا معرکہ ایشیائے کوچک میں مناز کرد کے معرکہ کے صرف چھ ماہ بعد پیش آیا تھا جس میں قیصر قسطنطنیہ کو سلجوقیوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ (۳)

زلاقہ اور مناز کرد کی ہزیمتیں اور بیت المقدس کے زائرین پر لگائی جانے والی پابندیاں ایسے

۱۔ تاریخ الحروب الصلیبیہ، صفحہ ۴۶۔ ۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً۔ صفحہ ۴۷۔

واقعات تھے جنہوں نے یورپ میں آتش انتقام بھڑکا دی۔

منازکرد میں عیسائیوں کی شکست پر بھی بیزنطینیوں نے پوپ سے امداد کی درخواست کی تھی لیکن اہل یورپ نے اپنے داخلی مناقشات کی وجہ سے اس دعوت کو قبول کرنے میں کچھ تاخیر کر دی تھی لیکن زلاقہ کی شکست کے بعد ان کے لئے چین سے بیٹھنا ممکن نہ رہا۔

مذہبی رہنماؤں نے عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھا۔ انہوں نے ارضِ مقدس کو مسلمانوں کے غلبے سے آزاد کرانے کی پوری ملت مسیحی کا اجتماعی فریضہ قرار دیا۔

ان مبشرین میں سے جس مبشر کی ان تھک کوششیں پہلی صلیبی جنگ کا راستہ ہموار کرنے میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں وہ پطرس ناسک کے نام سے مشہور ہے۔ اس شخص نے اہل یورپ کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کے لئے جو کوششیں کیں ان کا خلاصہ معین الدین ندوی صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''اتفاق سے اسی زمانہ میں فرانس کا پیٹر نامی ایک راہب بیت المقدس کی زیارت کو گیا۔ لیبان نے مخبوط الحواس اور متعصب کے لقب سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ میں دیکھ کر بہت رنجیدہ خاطر ہوا۔ یہاں کے بطریق سمعان نے مدفن مسیح پر مسلمانوں کے قبضہ اور عیسائیوں پر ان کے مظالم کی فرضی داستان سنا کر اس کے جذبات کو اور زیادہ بھڑکایا اور وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھڑانے پر آمادہ ہو گیا۔ یہاں سے واپسی پر وہ سیدھا روم پہنچا اور پاپائے روم اربن دوم سے مل کر ساری داستان سنائی۔ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کے سیاسی اسباب پہلے سے موجود تھے۔ پیٹر کی فریاد سے پوپ کو ایک مذہبی بہانہ ہاتھ آ گیا اور وہ اس مقدس کام میں مدد دینے کے لئے آمادہ ہو گیا اور پیٹر کو یورپ کی حکومتوں کے نام سفارشی خطوط دے کر عیسائی دنیا میں مقدس جہاد کی منادی پر مامور کیا۔ وہ پوپ کا اجازت نامہ لے کر سارے فرانس و اٹلی میں روتا پیٹتا پھرا اور زائرین بیت المقدس پر مسلمانوں کے مظالم بیان کر کے ان کے خلاف سارے یورپ میں جوش پیدا کر دیا۔'' (۱)

جب ان کوششوں سے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیل گئی اور ہر عیسائی

۱۔ تاریخ اسلام، اخیر یں، صفحہ ۴۹۱۔

مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے لئے بے تاب نظر آنے لگا تو پوپ اربن ثانی نے فرانس کے شہر کلیئر مونٹ میں عیسائیوں کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی۔ یہ اتنا بڑا اجتماع تھا کہ کلیئر مونٹ کے کنیسہ کا وسیع وعریض صحن اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گیا۔

اس اجتماع میں دو سو پانچ کے قریب بشپ، تیرہ آرچ بشپ، کثیر تعداد میں امراء و شرفا اور ہزاروں کی تعداد میں کنیسہ کے پیروکار شریک ہوئے۔ اس عظیم اجتماع میں پوپ اربن ثانی اسٹیج پر آیا اور اس نے ایسی خوفناک تقریر کی جس کی مثال کنیسہ کے پوپوں اور سیاستدانوں کی تقریروں میں نہیں ملتی۔(۱) اس نے اپنی تقریر میں عیسائیوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی اور اس مقصد کے لئے اس نے انجیل کی ایک آیت کے غلط معنی بیان کئے۔ اس قسم کی معنی آفرینی قرون وسطی میں آئے دن ہوتی رہتی تھی۔ پوپ نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا کہ اس وقت جو شخص اپنی صلیب نہ اٹھائے گا اور میرے ساتھ نہ چلے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے۔(۲)

پوپ نے اپنی تقریر میں صلیبی جنگوں کو خدا کی مشیت قرار دیا اور مغربی یورپ کو اسلامی مشرق پر ٹوٹ پڑنے کی تلقین کرتے ہوئے بتایا کہ اس مقدس جنگ سے بیت المقدس کی تسخیر کے علاوہ ایشیائی ممالک کی دولت و ثروت پر بھی مکمل قبضہ مقصود ہے۔ اس نے کہا: بیت المقدس کو بہانہ بناؤ اور سرزمین مقدس کو مسلمانوں سے چھین کر اس کے خود مالک بن جاؤ۔ یہ سرزمین تمہاری وراثت ہے اس سے ان کافروں (ملت اسلامیہ) کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس مقدس سرزمین کے بارے میں تورات کا کہنا ہے کہ اس میں دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہیں۔(۳)

ادھر یورپ میں مسلمانوں کی تباہی کے نہ صرف مشورے ہو رہے تھے بلکہ ایک تباہ کن لشکر ترتیب پا رہا تھا اور ادھر مسلمان ایک بار پھر اپنی ان غلطیوں کو دہرانے میں مصروف تھے جن کی وجہ سے پہلے بھی انہوں نے سخت نقصان اٹھائے تھے۔

اسلامی مشرق وسطی کے اولو العزم بادشاہ ملک شاہ سلجوقی کا انتقال ہو چکا تھا۔ سلجوقیوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا تھا، ان میں باہمی تنازعات شروع ہو چکے تھے اور اس بے اتفاقی نے مسلمانوں کو ایک بار پھر کمزور کر دیا تھا۔ ۱۰۹۵ء/ ۴۸۹ھ میں شام و فلسطین کا مرد آہن اور ملک شاہ کا بھائی سلطان تتش قتل ہو گیا تھا اور اس کے قتل کے بعد کوئی ایسا حکمران باقی نہیں رہ گیا تھا جو صلیبی یلغار کو روکنے کا دم خم رکھتا ہو۔(۴)

۱۔ تاریخ الحروب الصلیبیہ۔ ۲۔ تاریخ اسلام، اخیرین، صفحہ ۴۹۲، بحوالہ تاریخ یورپ۔
۳۔ صلیبی جنگیں، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۱۔
۴۔ ایضاً۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

جس طرح مشرق میں سلجوقیوں کی قوت کا شیرازہ بکھرنے سے مسلمانوں کی طاقت کمزور ہوئی تھی بعینہ وہی کچھ مغرب میں پیش آیا۔ جب یوسف بن تاشفین اندلس کے مسلمان علاقوں کو عیسائیوں سے آزاد کرانے بلکہ یورپ میں اسلامی فتوحات کا نیا سلسلہ شروع کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا، اسی زمانے میں مغرب میں مہدی بن تومرت ظاہر ہوا جس نے تحریک موحدین کی بنیاد رکھی اور کئی خونریز جنگوں کے بعد مرابطین کی حکوت ختم کر کے موحدین کی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔(۱)

مرابطین کے خاتمے اور سلاجقہ کے انتشار سے ملت اسلامیہ کمزور ہوئی۔ عیسائیوں کے لئے یہ موقعہ غنیمت تھا۔ پوپ اس بات سے اچھی طرح آگاہ تھا کہ اپنے اقتدار کو بحال کرنے اور اسلامی مشرق پر کاری ضرب لگانے کا ایسا موقع اسے پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی تقریر کے ذریعے یورپ بھر میں جوش جنوں پھیلا دیا تھا۔

پوپ اربن ثانی کی یہ تقریر صلیبی جنگوں کا نقطہ آغاز تھا جن میں مسلمان اور عیسائی صدیوں ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ رنگتے رہے۔

مغربی یورپ کے طول و عرض میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ لوگ اس جنگ کو نہ صرف گناہوں کی بخشش کا ذریعہ سمجھنے لگے تھے بلکہ اس مقدس جنگ کے نتیجہ میں انہیں اپنی کئی مادی آرزوؤں کی تکمیل بھی نظر آتی تھی۔ غرض مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک انبوہ کثیر ارضِ مقدس کی طرف روانگی کے لئے آمادہ ہوگیا۔ لیبان کے بیان کے مطابق ان مقدس مجاہدین کا یہ حال تھا:

> "جنت ملنے کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا بھی ایک ذریعہ نظر آتا تھا۔ کاشتکار جو زمین کے غلام (تھے) اور آزادی پر جان دیتے تھے، خاندانوں کی اولاد اصغر جو قانون وراثت کی رو سے محروم الارث تھی، امراء جنہیں آبائی جائیداد کا حصہ کم ملا تھا اور جنہیں دولت کی خواہش تھی، راہب جو خانقاہی زندگی کی سختیوں سے عاجز آ گئے تھے، غرض کل مفلوک الحال اور ممنوع الارث اشخاص جن کی تعداد بہت تھی اس میں شریک تھے۔"(۲)

دینی اور دنیوی نعمتوں کے لالچ میں لاکھوں انسانوں کا سمندر یورپ سے مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ اس لشکر میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی۔ ان کی تعداد تیرہ لاکھ تھی۔ یورپی انسانوں کا یہ انبوہ کثیر پیٹر راہب کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پورا یورپ ایشیا

۱۔ تاریخ الحروب الصلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۴۸۔

۲۔ تاریخ اسلام، اخیرین، صفحہ ۴۹۲، بحوالہ تمدن عرب۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

پر چڑھ دوڑا ہے۔ راستہ میں جابجا مجاہدین کی آؤ بھگت ہوئی لیکن بلغاریہ والوں نے مفت سامان رسد دینے سے انکار کر دیا۔ ان کے انکار پر ان حامیانِ دین نے دیہاتوں کو لوٹنا اور ان کے باشندوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بلغاریہ کے لوگ اس قسم کا سلوک برداشت کرنیکے عادی نہ تھے۔ انہوں نے صلیبیوں سے ان کی زیادتیوں کا پورا پورا بدلہ لیا۔ انہوں نے ان میں سے ہزاروں کو مارا اور دریا میں غرق کر دیا۔ باقی بھاگ کر کسی طرح قسطنطنیہ پہنچے۔ یہاں مختلف ملکوں کے مجاہدین کے گروہ پہنچ چکے تھے۔ ان سب نے مل کر قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے۔ قیصر الیکزس نے عاجز آ کر انہیں باسفورس پار ایشیائے کوچک کی طرف ہانک دیا۔ یہاں ان کی وحشت و درندگی اور زیادہ بڑھ گئی اور انہوں نے بلاامتیاز مسلمان وعیسائی دونوں کے ساتھ وحشیانہ فعل شروع کر دیئے۔ ان کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ جو بچہ ان کے سامنے آ جاتا اس کی تکا بوٹی کر کے اسے آگ میں جلا دیتے، قلیج ارسلان والی قونیہ نے ان سے ان کی وحشت کا پورا پورا انتقال لیا اور جانوروں کی طرح ان کو قتل کیا اور قریباً پوری فوج برباد ہو گئی۔(۱)

سطور بالا میں جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے وہ باقاعدہ فوجی نہ تھے۔ وہ تو غیر منظم انسانوں کا ایک ہجوم تھا جنہیں پوپ اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کی تقریروں اور وعدوں نے دیوانہ بنا دیا تھا۔ ان کا انجام وہی ہوا جو اس قسم کے ہجوم کا ہونا چاہئے لیکن صلیبی لشکر جو عالم اسلام کی تباہی و بربادی کا عزم لے کر اٹھا تھا وہ صرف انہی لوگوں پر مشتمل نہ تھا بلکہ ان لوگوں کی روانگی کے بعد یورپ کی مختلف حکومتوں کی تربیت یافتہ فوجیں مختلف جنگ آزما کمانڈروں کی قیادت میں روانہ ہوئیں۔ ان کی تعداد دس لاکھ تھی۔ (۲)

ان فوجوں کا ظاہری مقصد تو مقاماتِ مقدسہ کو مسلمانوں کے غلبے سے آزاد کرانا تھا لیکن اس ظاہری مقصد کے پیچھے اور کئی مقاصد کارفرما تھے جنہوں نے ان متضاد اور متصادم عناصر کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا تھا۔ آلیور تھیچر اس مقدس لشکر کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''نصرانیوں کا یہ لشکر مختلف و متباین عناصر سے مرکب تھا۔ پاپا کا ارشاد ہو چکا تھا کہ جو لوگ اس راہ میں شہید ہوں گے، ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بہتوں نے اس ارشاد کے اعتماد پر خالص مذہبی جوش سے اس میں شرکت کی تھی۔ بہت سے ایسے لوگ اس میں شریک ہو گئے تھے جو ادائی قرض سے بچنا چاہتے تھے یا اپنے خاندانوں سے بھاگ آئے تھے۔ بہت سے مجرم تک اس میں شریک تھے اور جرائم کی سزا سے جان بچانا چاہتے تھے۔ بہت سے غلام اپنے آقاؤں کی سخت گیری سے تنگ آ کر اس میں آ ملے تھے۔ بہت

۱۔ تاریخ اسلام، اخیرین، صفحہ ۴۹۳۔ ۲۔ ایضاً۔

سچلے اس لئے شامل ہو گئے تھے کہ سیر و سیاحت اور معرکہ آرائی کا لطف آئے گا۔ یہ عام سپاہیوں کا حال تھا۔ سردارانِ فوج تمام تر اس غرض سے شریک ہوئے تھے کہ ان کے اقتدار میں اضافہ ہو اور مشرقیوں اور یونانیوں سے حاصل کئے ہوئے علاقوں پر مشرق میں اپنی آزاد حکومت قائم کریں۔ پوپ کا مقصد بے شک مقاماتِ مقدسہ کا آزاد کرانا تھا مگر اس کے ساتھ ہی یہ غرض بھی پیش نظر تھی کہ مشرق میں ان کا مذہبی اقتدار قائم ہو جائے (مشرق کی عیسائی دنیا قسطنطنیہ کے مشرقی کلیسا کے ماتحت تھی جس کو روم کے کلیسا کے ساتھ ہمیشہ چشمک رہتی تھی) اٹلی کے جو شہری اس پہلے محاربے میں شریک ہوئے ان کی اصل غرض یہ تھی کہ اپنی تجارت کو پھیلائیں اور مشرقی سواحل پر اپنے خاص حقوق قائم کریں۔ (۱)

مختلف مقاصد رکھنے والا کئی عناصر پر مشتمل یہ لشکر بری اور بحری راستوں سے سوئے مشرق روانہ ہوا۔ یہ لوگ ایک ہی نعرے پر اور ایک ہی جھنڈے کے نیچے روانہ ہوئے تھے۔ اگر ان کا مقصد صرف ارضِ مقدس کو مسلمانوں سے آزاد کرانا ہوتا تو کم از کم اس مقصد کے حصول تک یقیناً متحد اور متفق رہتے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ مشرق پہنچ کر انہوں نے جہاد کے اصل مقصد کو پس پشت ڈال دیا اور ان کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے۔ قیصر قسطنطنیہ جس کی دعوت پر یہ لوگ ارضِ مشرق پر وارد ہوئے تھے، اس کے ساتھ بھی ان کے اختلافات شروع ہو گئے۔

قیصر سے ان کے اختلافات کا سبب یہ تھا کہ قیصر کا مطالبہ تھا کہ اس کے پرانے مقبوضات مسلمانوں سے واپس لینے کے بعد اسے ملنے چاہئیں لیکن صلیبی ان علاقوں کو آپس میں تقسیم کرنا چاہتے تھے۔ (۲) ان اختلافات نے کافی شدت اختیار کر لی لیکن صلیبیوں کی خوش قسمتی اور مسلمانوں کی انتہائی بد قسمتی تھی کہ اختلافات کی وبا صلیبیوں کی نسبت مسلمانوں میں کہیں زیادہ تھی۔ سلجوقیوں میں اتفاق اور وحدت عمل مفقود تھی اور کئی غدار سلجوقی قائدین صلیبیوں کے معاون بھی بن گئے تھے۔ (۳)

اس صورت حال نے صلیبیوں کے حوصلے بڑھا دیئے اور وہ علاقوں پر علاقے فتح کرتے گئے اور ان پر عیسائی ریاستیں قائم کرتے گئے۔ کئی مسلمانوں نے انفرادی طور پر بہادری سے ان کا مقابلہ کیا

۱۔ ''تاریخ اسلام اخیرین''، صفحہ ۴۹۴، بحوالہ تاریخ یورپ از الیور تھیچر

۲۔ ایضاً، صفحہ ۴۹۵، بحوالہ تاریخ یورپ از اے۔ جے گرانٹ۔

۳۔ ''مقالہ، صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۱۔

لیکن وحدت ملی کے بغیر اتنے بڑے سیلاب کو روکنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ عیسائیوں نے متعدد علاقے مسلمانوں سے چھین لئے اور آخرکار ۴۹۲ھ / ۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے مسلمانوں سے بیت المقدس بھی چھین لیا۔ (۱)

پہلے صلیبی حملے کے نتیجے میں شام اور فلسطین کے علاقے میں چار آزاد عیسائی ریاستیں قائم ہوئیں۔ بیت المقدس، انطاکیہ، طرابلس اور الرہا۔ (۲)

صلیبیوں نے طاقت کے نشے میں مفتوحین کے ساتھ جو سلوک کیا قارئین کرام اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں: صلیبی فوجوں نے معرۃ النعمان میں جس درندگی کا مظاہرہ کیا اس کے متعلق معین الدین ندوی نے تاریخ یورپ اور ابن اثیر کے حوالہ سے لکھا ہے:

> ''صلیبی فوجیں معرۃ النعمان کو فتح کر کے تین دن تک قتل عام کرتی رہیں اور ایک لاکھ سے زائد مسلمان قتل اور اسی قدر زندہ گرفتار کئے گئے۔'' (۳)

صلیبیوں نے جس درندگی کا مظاہرہ معرۃ النعمان میں کیا تھا انہوں نے اسی درندگی کا مظاہرہ انطاکیہ کو فتح کرنے کے وقت بھی کیا۔ انہوں نے انطاکیہ کو فتح کیا اور پوری مسلمان آبادی کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے مکانات مسمار کر دیئے۔ (۴)

بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد صلیبیوں نے جس بہیمیت کا مظاہرہ کیا اس کے متعلق فرانسیسی مورخ میشو لکھتا ہے:

> ''بیت المقدس کی فتح میں صلیبیوں نے ایسے اندھے تعصب کا ثبوت دیا ہے جس کی مثال گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ عربوں کو زبردستی اونچے برجوں اور بلند مکانوں کی چھت سے گرا دیتے تھے۔ آگ میں زندہ جلا دیتے تھے۔ گھروں سے نکال کر میدانوں میں جانوروں کی طرح گھسیٹتے تھے۔ مسلمانوں کی لاشوں پر لے جا کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے۔ کئی ہفتوں تک قتل عام کرتے رہے۔ مشرق و مغرب کے بیان کے مطابق انہوں نے ستر ہزار سے زیادہ مسلمان تہ تیغ کئے (یہ تعداد صرف مسجد اقصیٰ کے مقتول مسلمانوں کی ہے) بہت سے یہودیوں نے مذبح میں پناہ لی۔ صلیبیوں نے آگ لگا کر مع مذبح کے ان کو جلا دیا۔'' (۵)

۱۔ ''مقالہ، صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۱۔

۲۔ ایضاً۔ ۳۔ ''تاریخ اسلام''، اخیرین، صفحہ ۴۹۷۔

۴۔ ایضاً، صفحہ ۴۹۶۔ ۵۔ ''تاریخ اسلام''، اخیرین، صفحہ ۹۸۔۴۹۷، بحوالہ خطط الشام۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

لیبان نے جنگ صلیبی کے مشہور مجاہد اور عینی شاہد رابرٹ کے حوالہ سے لکھا ہے:

''ہمارے لوگ (صلیبی) مکانوں کی چھت پر دوڑ رہے تھے اور مثل اس شیرنی کے جس کے بچے چھین لئے گئے ہوں، قتل عام کے مزے لے رہے تھے۔ یہ بچوں کے ٹکڑے کر رہے تھے اور جوان و پیر فرتوت دونوں کو برابر قتل کر رہے تھے۔ یہ کسی متنفس کو کبھی نہ چھوڑتے اور جلد فراغت حاصل کرنے کی غرض سے ایک ہی رسی میں کئی کئی آدمیوں کو لٹکا دیتے...... بالآخر بوہمنیڈ نے ان سب کو جنہیں اس نے قصر کے صحن میں جمع کیا تھا سامنے بلایا اور بلا امتیاز بڈھے، عورت اور مرد اور معذور و بے کار اشخاص سب کو قتل کیا اور جو جوان اور مضبوط تھے انہیں فروخت کرانے کیلئے انطاکیہ بجھوا دیا۔

عینی شاہدوں کی رپورٹ لکھنے کے بعد لیبان اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتا ہے:

''ہم خیال کر سکتے ہیں کہ اقوامِ مشرق جو اس وقت اس قدر مہذب تھیں، ایسے غنیم کی بابت کیا خیال کرتی تھیں۔ ان کی تاریخیں بھی نفرت سے بھری ہوئی ہیں اور سعدی شیرازی نے ان ہی کی نسبت کہا ہے کہ انہیں آدمی کہنا انسانیت کی عار ہے۔ ان کا برتاؤ اس مقدس شہر کے باشندوں کے ساتھ کیا تھا، بالکل مختلف تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی صدیاں پیشتر عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔'' (۱)

ولیم صوری جو صور کا آرچ بشپ تھا لکھتا ہے:

''یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی مقتولین کی اس کثیر تعداد کو دیکھتا اور اس پر خوف طاری نہ ہوتا۔ انسانی جسموں کے کٹے ہوئے اجزاء ہر طرف بکھرے پڑے تھے۔ زمین مقتولین کے خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ صرف بے سروں کے لاشے اور جابجا بکھرے ہوئے انسانی اعضا کا منظر ہی خوفناک نہ تھا بلکہ فاتحین کی ہیئت کذائی کا منظر اس سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ وہ سر سے لے کر پاؤں تک خون میں لت پت تھے۔''

ولیم صوری اس قتل و غارت کا جواز ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

''یہ اللہ تعالیٰ کا وہ صحیح فیصلہ تھا جو اس نے ان لوگوں کے خلاف کیا جنہوں نے حرم مسیح کو فضول رسوم سے ملوث کر دیا تھا اور مؤمنین (مسیحیوں) کے لئے ایک

۱۔ ''تاریخ اسلام''، اخیر ین، صفحہ ۹۹۔ ۴۹۸، بحوالہ تمدن عرب۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

ایک اجنبی مقام بنا دیا تھا۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ اپنے گناہوں کا کفارہ موت کی صورت میں ادا کریں اور سرزمین مقدس کو اپنا خون بہا کر پاک کریں۔'' (۱)

صلیبیوں کے فتح بیت المقدس کے حالات ذرا تفصیل سے اس لئے لکھے گئے ہیں تاکہ قارئین عیسائیوں کی رحم دلی اور انسانی ہمدردی کے دعوؤں کی حقیقت سے آگاہ ہوسکیں۔

بیت المقدس کو اس سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور عیسائیوں کی اس سفاکی کے نوے سال بعد بھی سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس مقدس شہر پر دوبارہ اسلامی پرچم لہرایا تھا (جس کی تفصیل قارئین تھوڑی دیر بعد ملاحظہ فرمائیں گے) لیکن ان دونوں مواقع پر مسلمانوں نے جس رحم دلی، انسانی ہمدردی، امن پسندی، عفو و درگزر اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا تھا، اس کو عیسائیوں کی تاریخ میں تلاش کرنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔

یہ انسانیت کے ساتھ کتنا بڑا مزاح اور تاریخ کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ان تاریخی شواہد کے باوجود، جن کو اپنے پرائے سب تسلیم کرتے ہیں، مسلمانوں کے اکابر کو ڈاکو، لٹیرے، انسانیت کے دشمن، امن و امان کے ویری، دہشت گرد اور غیر مہذب ثابت کیا جاتا ہے اور جن لوگوں کے ہاتھ لاکھوں بے گناہ انسانوں کے خون سے رنگین ہیں، جن کی سفاکی کو بیت المقدس کی پاک سرزمین کا تقدس بھی نہیں روک سکا، وہ رحمدل، انسانیت کے غم خوار اور امن کے ٹھیکیدار تصور کئے جاتے ہیں۔

صلیبیوں کے بیت المقدس پر قبضہ کر لینے کے بعد بھی جنگ ختم نہیں ہوئی بلکہ صلیبیوں نے مسلمانوں کی کمزوریوں سے خوب فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے مسلمانوں سے ان کے علاقے چھیننے شروع کر دیئے اور چند شہروں کو چھوڑ کر شام کے اکثر حصے پر صلیبیوں کا تسلط قائم ہوگیا۔

صلیبی جس شہر پر حملہ کرتے وہاں بہیمیت کی اسی تاریخ کو دہراتے جو انہوں نے بیت المقدس میں مسلمانوں کے خون سے رقم کی تھی۔ کچھ مسلمان ان کا مقابلہ کرتے اور کبھی کبھی کسی معرکے میں ان کو فتح بھی حاصل ہو جاتی لیکن مجموعی طور پر صلیبیوں ہی کا پلہ بھاری تھا۔ ان کی مشرق میں اپنی کئی ریاستیں قائم تھیں۔ بیزنطینی سلطنت ان کی معاون تھی۔ مغربی یورپ سے ان کو مسلسل کمک پہنچتی رہتی تھی۔ اس لئے مسلمانوں کے مقابلے میں ان کا پلہ بہت بھاری تھا۔

اگر یہ صورت حال جاری رہتی تو صلیبی بہت جلد ان علاقوں پر بھی قبضہ کر لیتے جو مسلمانوں کے پاس باقی بچ گئے تھے لیکن بیت المقدس کی صلیبیوں کے ہاتھوں بے حرمتی، لاکھوں مسلمانوں کے سفاکانہ قتل

۱۔ ''تاریخ الحروب الصلیبیہ''، جلد ۱، صفحہ ۴۳۶۔

اور حاملانِ صلیب کے ہاتھوں توحید پرستوں کی مسلسل تذلیل نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں۔

ان کے حکمرانوں کی اکثریت تو اب بھی اسی بے حسی کا شکار تھی جس نے امت مسلمہ کو یہ ایام بد دکھائے تھے، ان کی نظر تو اب بھی محض اپنے ذاتی اقتدار کے قیام اور اسے وسعت دینے پر تھی، وہ تو اب بھی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے لیکن مسلمان عوام کی سوچ میں انقلاب آ چکا تھا۔ وہ اس صورت حال کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اب نااہل اور خود غرض حکمرانوں کے لئے ان کے دل نفرت سے معمور ہو چکے تھے۔ ان کے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے اٹھتے اور کسی راہبر فرزانہ کا سوال کرتے۔ انہوں نے اپنے حکمرانوں کو بار بار جھنجھوڑنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بغداد کے عباسی خلفاء کو وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے رویوں کو تبدیل کرنے اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے پر مجبور کرتے رہتے تھے۔

جب کوئی قوم اپنے جرائم پر ندامت کا اظہار کر کے اپنی گزشتہ کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جاتی ہے تو قدرت بھی اسے مایوس نہیں کرتی۔

ملت مسلمہ کی دعا ہائے نیم شبی کام آ گئیں اور قدرت نے انہیں یکے بعد دیگرے عماد الدین زنگی، نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے غیور اور جری رہنما عطا کئے جنہوں نے تاریخ کے دھارے کا رخ بدل دیا، ملت مسلمہ کو ایک نئے جذبے سے سرشار کیا اور ارضِ مقدس کو صلیبیوں کے تسلط سے آزاد کرا لیا۔

عماد الدین زنگی نے ۵۲۱ھ/ ۱۱۲۷ء میں موصل کی زمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں لی۔ یہ اعلیٰ پائے کا جنگجو، عظیم مدبر اور لاجواب منتظم تھا۔ اس میں وہ ساری قائدانہ صفات موجود تھیں جن کے حامل قائد کی اس وقت ملت اسلامیہ کو ضرورت تھی۔

امت نے جس عظیم ذمہ داری کا بوجھ اس کے کندھوں پر ڈالا تھا، اس نے اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں وقف کر دیں۔ اس نے قوم کو متحد کیا۔ ملت کے مختلف عناصر میں تفرقے کی جو خلیج حائل ہو چکی تھی، اسے پاٹنے کی کوشش کی۔ اس نے ایک طرف ملت کو متحد کرنے اور دوسری طرف اپنی سرزمین سے صلیبیوں کے تسلط کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ مختلف مقامات پر صلیبیوں کے ساتھ اس کی جھڑپیں جاری رہیں۔ اس نے صلیبیوں سے معرۃ النعمان، کفر طاب، بارین اور اثارب کے علاقے چھین لئے اور آخر کار عماد الدین زنگی نے صلیبیوں کو شکست فاش دے کر الرہا کی عیسائی ریاست کا خاتمہ کر دیا۔ (۱)

۱۔ ''تاریخ الحروب الصلیبیہ''، صفحہ ۵۴۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

الرہا کی ریاست صلیبیوں کے لئے انتہائی اہم تھی۔ اس کے سقوط پر وہ خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ مغربی یورپ میں ایک مرتبہ پھر غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ پوپ اور دوسرے مذہبی رہنماؤں نے ایک مرتبہ پھر اسی انداز میں اہل یورپ کے جذبات کو بھڑکانے کی مہم چلائی جو پہلے صلیبی حملے کیلئے چلائی گئی تھی۔

پہلے صلیبی حملے کے لئے جو کردار پیٹر راہب نے ادا کیا تھا اب وہ کردار قدیس برنارڈ نے ادا کیا۔ پوپ یوجینیوس ثالث نے وہ خدمات سرانجام دینے کا عزم کیا جو خدمات پہلے صلیبی حملہ کے وقت اور بان ثانی نے انجام دی تھیں۔

اس نے ۱۱۴۶ء میں عیسائیوں کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی اور اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے عیسائیوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکایا۔ ان کے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف تعصب کی جو آگ پہلے سے بھڑک رہی تھی اسے ہوا دی اور ملت عیسوی کو مسلمانوں کے خلاف دوسرے صلیبی حملے کے لئے آمادہ کیا۔ (۱)

پوپ اور دوسرے عیسائی رہنماؤں کی چیخ و پکار پر دوسرے صلیبی حملے کے لئے ایک لشکر جرار ترتیب پایا۔ فرانس، جرمنی، برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک کے لشکر اپنے اپنے بادشاہوں اور کمانڈروں کی قیادت میں ارضِ مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ لشکر کئی لاکھ انسانوں پر مشتمل تھا۔

باہمی اختلاف کی وجہ سے انہوں نے مختلف راستے اختیار کئے۔ اس لشکر کو رومی سلجوقیوں کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لشکر کے بے شمار لوگ سلجوقیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ کچھ گرمی اور پیاس کی وجہ سے جاں بحق ہوئے۔ جو ان سختیوں سے بچ گئے وہ القدس پہنچ گئے۔ وہاں سب لشکر اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے مل کر ۱۱۴۸ء میں دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

نورالدین زنگی اور اس کا بھائی سیف الدین، والی موصل، اہل دمشق کی امداد کو پہنچ گئے اور صلیبی محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ (۲)

یہ حملہ بری طرح ناکام ہوا اور صلیبی مسلمانوں سے انتقام لینے اور ان سے الرہا کی ریاست کو آزاد کرانے کی حسرت اپنے سینوں میں چھپائے یورپ واپس چلے گئے۔ (۳)

الرہا میں صلیبیوں کی شکست کے بعد جب یورپ میں مسلمانوں کیخلاف انتقام کی آگ بھڑکائی جا رہی تھی، اسی زمانے میں عمادالدین زنگی کو قلعہ جعبر کے محاصرے کے دوران ایک غلام نے قتل کر دیا۔ (۴)

۱۔ ''تاریخ الحروب الصلبیہ''، صفحہ ۵۴۔ ۲۔ ایضاً۔ صفحہ ۵۶

۳۔ ''مقالہ، صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۱۔

۴۔ ''تاریخ الحروب الصلبیہ''، صفحہ ۵۵۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

عمادالدین زنگی کا قتل ملت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا سانحہ تھا۔اسی مردِ مجاہد نے ملت کے منتشر شیرازے کو یکجا کر کے اس میں از سرِ نو صلیبیوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت پیدا کی تھی۔اس کے قتل نے ملت کو ایک عظیم رہنما سے محروم کر دیا تھا۔لیکن قدرت نے ملت مسلمہ پر رحم فرمایا اور عمادالدین زنگی کے بیٹے نورالدین زنگی نے اس عظیم مقصد کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی جس مقصد کی خاطر اس کے باپ نے جان دی تھی۔

نورالدین زنگی اپنے عظیم باپ کی طرح بہادر، مخلص اور عالی ہمت تھا۔اس کے علاوہ قدرت نے اسے زہد، تقویٰ اور حسن نیت کی دولت سے بھی حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ اس نے ملت مسلمہ کو متحد کرنے کے لئے زبردست کوشش کی۔اس نے شام، جزیرہ اور مصر کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو متحد کیا اور ۱۱۷۱ء میں مصر کی فاطمی خلافت کو ختم کر دیا۔

فاطمی خلفاء اپنی نااہلی کی وجہ سے ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔

اسلامی قوتوں کو متحد کرنے کے بعد نورالدین زنگی صلیبیوں کی طرف متوجہ ہوا۔اس کے صلیبیوں کے ساتھ کئی معرکے ہوئے جن میں صلیبیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔نورالدین صلیبیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس کو صلیبیوں کے خلاف فتح یاب ہونے اور بیت المقدس کو صلیبیوں کے قبضے سے چھڑا لینے کا اتنا پختہ یقین تھا کہ اس نے ایک منبر تیار کرنے کا حکم دیا جو بیت المقدس کی آزادی کے بعد مسجد اقصیٰ میں رکھا جائے گا اور آزادی کے بعد اس پر پہلا خطبہ جمعہ دیا جائیگا۔

نورالدین نے بیت المقدس کی آزادی کے لئے سخت تیاریاں کی تھیں اور ان تیاریوں کی وجہ سے اس کی کامیابی کے امکانات بھی روشن نظر آرہے تھے لیکن اس کی حیات مستعار نے وفا نہ کی اور وہ ۱۱۷۴ء میں عالم بقا کو سدھار گیا۔

نورالدین زنگی کی وفات کے بعد معرکہ ہلال و صلیب میں اسلامی قوتوں کی قیادت کی سعادت صلاح الدین ایوبی کے حصے میں آئی۔اس نے اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں وقف کر دیں۔نورالدین زنگی نے جس طاقتور اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی، اسے صلاح الدین ایوبی نے اور مضبوط کیا۔فوج کی تربیت اور اسلحہ سازی پر خصوصی توجہ دی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ صلاح الدین نے ایسی قوسیں تیار کرائیں جو انتہائی ہلکی پھلکی تھیں۔گھڑ سوار تیر انداز ان کے ذریعہ ہر سمت میں تیر پھینک سکتا تھا۔یہ قوسیں اتنی عمدہ تھیں کہ ان سے تیر انداز ایک منٹ میں دس تیر پھینک سکتا تھا اور ان سے چار سو میٹر کے فاصلے تک تیر پھینکے جا سکتے تھے۔(۱)

۱۔ ''تاریخ الحروب الصلیبیہ''، صفحہ ۶۱۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابو زرعہ)

عسکری تیاریوں کے ساتھ ساتھ صلاح الدین ایوبی نے عیسائی ریاستوں کے اندرونی حالات پر بھی نظر رکھی اور اس وقت کا انتظار کرتا رہا جو بیت المقدس کی آزادی کے لئے صلیبیوں سے فیصلہ کن پنجہ آزمائی کے لئے موزوں ہو۔

۱۱۸۷ء میں صلاح الدین ایوبی نے اعلان جہاد کیا۔ مسلمان فوجیں اس کے جھنڈے تلے جمع ہوئیں اور وہ صلیبیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کے لئے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ حطین کے مقام پر ہلال اور صلیب کا فیصلہ کن معرکہ بپا ہوا جس میں صلاح الدین کی فوجوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی اور صلیبیوں کو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی جس کا رنج انہیں صدیوں تڑپاتا رہا۔

حطین کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کرانے کا وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جس کی وجہ سے اس کا نام ہمیشہ کیلئے صفحات تاریخ میں زندہ ہے۔

سلطان کی فوجوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ عیسائیوں نے ابتدا میں بے جگری سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن آخرکار ان کی ہمت نے جواب دے دیا۔ عیسائیوں میں جب مقابلے کی طاقت نہ رہی تو وہ جان و مال کی حفاظت کی شرط پر شہر حوالے کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ سلطان نے ان کی درخواست قبول کر لی اور شرط یہ قرار پائی کہ بیت المقدس کے تمام مسیحی فی مرد دس دینار، فی عورت پانچ دیار اور فی بچہ دو دینار فدیہ ادا کریں گے اور چالیس دن کے اندر جن کا فدیہ ادا نہ ہوگا وہ غلام شمار کئے جائیں گے۔(۱)

اس مقام پر ہم اہالیانِ بیت المقدس کے ساتھ سلطان صلاح الدین ایوبی کے سلوک کو اختصار سے بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ قارئین اس سلوک کا موازنہ صلیبیوں کے اس سلوک سے کر سکیں جو نوے سال پہلے بیت المقدس کو فتح کرتے وقت، انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا، اور ان دونوں فاتحین کے سلوک کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کر سکیں کہ انسانیت دوست کون ہے اور نسل انسانی کا دشمن کون ہے؟ دہشت گرد کون ہے اور امن پسند کون؟ تنگ ظرف اور متعصب کون ہے اور عالی ظرف اور بردبار کون؟

لین پول لکھتا ہے:

> ''صلاح الدین نے پہلے کبھی اپنے کو ایسا عالی ظرف اور باہمت نائب ثابت نہیں کیا تھا جیسا کہ اس موقعہ پر کیا جب کہ یروشلم مسلمانوں کے حوالے کیا جا رہا تھا۔ اس کی سپاہ اور معزز ذمہ دار افسروں نے جو اس کے ماتحت تھے، شہر

۱۔ ''تاریخ اسلام''، اخیر ین، صفحہ ۶۱۹۔

کے گلی کوچوں میں انتظام قائم رکھا۔ یہ سپاہی ہر قسم کے ظلم و زیادتی کو روکتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہرگز کوئی وقوعہ جس میں کسی عیسائی کو گزند پہنچا ہو پیش نہیں آیا۔ شہر سے باہر جانے کے لئے کل راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا۔ ایک نہایت معتبر امیر باب داؤد پر متعین تھا تا کہ ہر شہر والے کو جو زر فدیہ ادا کر چکا ہو شہر سے باہر جانے دے۔" (۱)

"زر فدیہ کی ادائیگی بڑی احتیاط سے عمل میں آئی۔ ان غریب اور نادار صلیبیوں کی رہائی میں جو زر فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے مسلمان امراء نے بھی حصہ لیا۔ امیر مظفرالدین کوکبری نے رہا کے ایک ہزار ارمنی عیسائیوں کا فدیہ اپنی جیب سے ادا کر کے انہیں آزاد کرایا۔" (۲)

لین پول کا بیان ہے کہ چالیس روز تک مفلس عیسائیوں کی رہائی کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رعایت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اس پر بھی ہزارہا غریب اور مفلس عیسائی جنہیں بخیل اور کنجوس تاجروں اور مالدار عیسائی اداروں نے غلام بننے کے لئے چھوڑ دیا تھا، شہر میں رہ گئے۔ یروشلم کے تقدس مآب بطریق نے جو اخلاق اور ایمان دونوں سے عاری تھا، گرجاؤں کی دولت سمیٹی، سونے کے پیالے اور آب مطہر رکھنے کا سامان حتیٰ کہ مہد مسیح پر جو طلائی ظروف رکھے رہتے تھے ان کو بھی اپنے قبضے میں کیا اور اپنا ذاتی اندوختہ بھی محفوظ کر لیا۔ جمع کی ہوئی دولت اتنی زیادہ تھی کہ اگر وہ چاہتا تو بہت سے غریب عیسائیوں کا زر فدیہ دے کر ان کو آزاد کرا لیتا۔ مسلمان امیروں نے سلطان سے کہا: اس بے ایمان اور نالائق پادری کو لوٹ کا اتنا مال لے جانے سے روکا جائے۔ اس نے جواب دیا: میں قول دے چکا ہوں اس سے پھر نہیں سکتا۔ غرض اور لوگوں کی طرح یہ بڑا پادری کل دس ہزار اشرفیاں دے کر آزاد ہو گیا اور اس کو ایک مسلمان بادشاہ نے اس بات کا سبق دیا کہ خیر و خیرات کے کیا معنی ہیں۔ ابن اثیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے اس پادری اور رہا شدہ عیسائیوں کو اپنے آدمیوں کی حفاظت میں صور تک پہنچایا۔ (۳)

لین پول لکھتا ہے کہ دولت مند عیسائیوں کی خود غرضی کی وجہ سے غریب عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد باقی رہ گئی۔ ان کی بے کسی دیکھ کر سلطان کے بھائی الملک العادل نے سلطان سے ایک ہزار

۱۔ "تاریخ اسلام"، اخیرین، صفحہ ۶۲۰، بحوالہ صلاح الدین۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ "تاریخ اسلام"، اخیرین، صفحہ ۲۱۔۶۲۰، بحوالہ لین پول و ابن اثیر۔

عیسائیوں کو بطور غلام لے کر انہیں اپنی طرف سے آزاد کر دیا۔ (۱)

الملک العادل کے اس فعل کو دیکھ کر سلطان نے کہا کے اے عادل! بالیان اور بطریق نے اپنی اپنی طرف سے خیرات کی اب میں اپنی طرف سے خیرات کرتا ہوں اور اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ شہر میں عام منادی کر دیں کہ وہ تمام بوڑھے جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے، آزاد کئے جاتے ہیں۔ انہیں اختیار ہے وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ چنانچہ سورج نکلنے کے وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک برابر ان کی جماعتیں شہر سے نکلتی رہیں۔ یہ خیر خیرات تھی جو سلطان صلاح الدین نے بے شمار مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ کی۔ (۲)

سلطان نے عیسائی عورتوں کو بھی انتہائی احترام سے رخصت کیا۔ اس کے پاس کچھ عورتوں نے اپنا حال زار بیان کیا جس سے متاثر ہو کر سلطان نے ان عورتوں میں سے جن کے شوہر زندہ تھے، ان کو رہا کر دیا اور جن کے شوہر قتل ہو چکے تھے ان کو ان کے مرتبہ کے مطابق روپیہ دے کر ان کی دلجوئی کی۔ (۳)

صلاح الدین کے صلیبیوں کے ساتھ حسن سلوک کے واقعات لکھنے کے بعد لین پول مندرجہ ذیل تبصرہ کرتا ہے:

> ''جب ہم سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو صلیبیوں نے فتح بیت المقدس کے وقت کی تھیں۔ جب گاڈ فرے اور تنکر ویروشلم کے بازار سے گزرے تو وہاں مسلمانوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور جان بلب زخمی لوٹتے تھے، جب کہ صلیبیوں نے بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو سخت اذیتیں دے کر مارا تھا اور زندہ آدمیوں کو جلا دیا تھا اور جب قدس کی چھتوں پر مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے تو صلیبیوں نے انہیں وہیں تیروں سے چھید کر گرا دیا تھا اور جہاں ان کے اسی قتل عام نے مسیحی دنیا کی عزت کو بٹہ لگایا تھا اور اس مقدس شہر کو انہوں نے ظلم و بدنامی کے رنگ میں رنگا تھا جہاں رحم و محبت کا وعظ مسیح نے سنایا تھا اور فرمایا کہ خیر و برکت والے ہیں وہ لوگ جو رحم کرتے ہیں ان پر خدا کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ جس وقت یہ عیسائی اس پاک اور مقدس شہر کو مسلمانوں کا خون کر کے مذبح بنا رہے تھے اس وقت وہ اس کلام کو بھول گئے تھے اور یہ ان بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی

۱۔ ''تاریخ اسلام''، اخیرین، صفحہ ۲۱۔۶۲۰، بحوالہ لین پول و ابن اثیر۔

۲۔ ایضاً۔ ۳۔ ایضاً۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ان پر رحم ہو رہا تھا۔ اگر صلاح الدین کے کارناموں میں صرف یہی ایک کارنامہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت اور شہامت میں یکتا اور بے مثل تھا۔'' (۱)

سلطان صلاح الدین ایوبی نے نہ صرف بیت المقدس کو فتح کیا بلکہ عیسائیوں کے اکثر علاقے ان سے چھین لئے اور انکے پاس انطاکیہ، صور اور طرابلس کی ساحلی ریاستوں کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہا۔

بیت المقدس کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کی خبر نے ایک مرتبہ پھر یورپ میں آگ لگا دی۔ پادریوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس کی بے حرمتی اور عیسائیوں پر ان کے مظالم کی فرضی داستانیں سنا سنا کر عیسائیوں کو بیت المقدس کی آزادی کے لئے تیار کیا۔

ان تیاریوں کے نتیجے میں تیسری صلیبی جنگ کے لئے یورپ سے تین لشکر روانہ ہوئے۔ جرمن لشکر، جرمنی کے بادشاہ فریڈرک بار بروسا کی قیادت میں، انگلستان اور دوسرے علاقوں کا لشکر رچرڈ شیر دل، شاہ برطانیہ کی قیادت میں اور فرانس کا لشکر فرانس کے بادشاہ فلپ آگسٹس کی قیادت میں روانہ ہوئے۔ تینوں لشکروں نے مختلف راستے اختیار کئے۔ جرمن بادشاہ نے اپنے لشکر سمیت خشکی کا راستہ اختیار کیا۔ وہ ایشیائے کوچک کے ایک دریا میں ڈوب کر مرگیا۔ اس کے لشکر کا اکثر حصہ بھی جرمنی واپس چلا گیا۔ اس لشکر کا بہت تھوڑا سا حصہ شام پہنچا۔

فرانسیسی اور برطانوی لشکر بحری راستے سے آئے۔ تینوں لشکروں نے مل کر ۱۱۸۹ء میں عکا کا محاصرہ کرلیا۔ (۲)

مسلمانوں نے بڑی جرأت سے مقابلہ کیا۔ فرانس کا بادشاہ تو رچرڈ سے اختلافات کی بنا پر عکا کے محاصرہ کے دوران ہی واپس چلا گیا لیکن رچرڈ نے محاصرہ جاری رکھا اور ۱۱۹۱ء میں عکا پر صلیبیوں کا قبضہ ہوگیا۔

بیت المقدس جس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے آزاد کرانے کے لئے یہ مسیحی لشکر آئے تھے اسے آزاد کرانے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ معرکہ آرائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ رچرڈ دل سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ معاہدہ صلح کرنے میں کامیاب ہوگیا جس کی رو سے عکا سے یافا تک ساحلی شہر

۱۔ ''تاریخ اسلام''، اخیرین، صفحہ ۶۲۲، بحوالہ صلاح الدین۔

۲۔ حسین مونس، ''اطلس تاریخ اسلام''، (قاہرہ، ۱۹۸۷ء)، صفحہ ۲۶۹، نیز ''مقالہ صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۲۔

عیسائیوں کو دے دیئے گئے اور ان کو زیارت بیت المقدس کی پوری آزادی مل گئی۔(۱)

صلیبیوں کا یہ حملہ بھی پوری طرح ناکامی کا شکار ہوا کیونکہ جس مقصد کے لئے انہوں نے اتنی کوشش کی تھی وہ پورا نہ ہو سکا تھا۔ گو انہیں کچھ فتوحات بھی حاصل ہوئیں اور کچھ علاقوں پر انہوں نے قبضہ بھی کیا لیکن اس کے مقابلہ میں ان کو جو نقصانات اٹھانا پڑے وہ کہیں زیادہ تھے اور بیت المقدس بھی بدستور مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔

اس صلیبی جنگ میں مسلمانوں کو اخلاقی فتح بھی حاصل ہوئی تھی اور رچرڈ شیر دل نے اپنے سب سے بڑے دشمن صلاح الدین ایوبی کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسے مسلمانوں کا عظیم ترین بادشاہ قرار دیا تھا۔(۲)

گو صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ شیر دل کے درمیان معاہدہ صلح ہو گیا تھا اور صلیبی جنگوں کا سلسلہ بظاہر ختم ہو گیا تھا لیکن عیسائیوں کے مذہبی رہنما اس صورتِ حال سے سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے بیت المقدس کی بازیابی کے لئے مسلسل کوششیں جاری رکھیں۔

۱۱۹۵ء میں جرمنی کے بادشاہ ہنری ہشتم نے چوتھا صلیبی حملہ کیا لیکن عکا پہنچ کر وہ خود مر گیا اور حملہ ناکام ہو گیا۔(۳)

۱۲۲۱ء میں پاپائے روم کی دعوت پر ہنگری آسٹریا، آرمینیا اور قبرص کے حکمرانوں نے پانچواں صلیبی حملہ کیا۔ اس حملے میں صلیبیوں کو مصر کے شہر دمیاط کے مقام پر ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس طرح یہ حملہ بھی ناکام رہا۔(۴)

۱۲۲۸ء میں جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوم نے چھٹا صلیبی حملہ کیا۔ اس حملے کے نتیجے میں صلیبیوں کا الملک الکامل کے ساتھ نیا معاہدہ صلح طے پایا جس کی رو سے بیت المقدس ایک بار پھر صلیبیوں کے حوالے کر دیا گیا لیکن ۱۲۴۴ء میں الکامل کے بھائی معظم نے صلیبیوں کو پھر بیت المقدس سے نکال دیا۔(۵)

ایوبی حکومت کے بعد مملوک ترکوں نے صلیبیوں کے خلاف جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ مملوک سلطان ظاہر بیبرس نے ۱۲۶۸ء میں انطاکیہ کی عیسائی ریاست کا خاتمہ کر دیا۔(۶) اس کے ردعمل کے طور

۱۔ حسین مونس، ''اطلس تاریخ اسلام''، (قاہرہ، ۱۹۸۷ء)، صفحہ ۲۶۹، نیز ''مقالہ، صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۲۔

۲۔ ''اطلس تاریخ اسلام''، صفحہ ۲۷۰۔

۳۔ ''مقالہ، صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۲۔

۴۔ ایضاً۔ ۵۔ ایضاً۔ ۶۔ ایضاً۔

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ : الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

پر فرانس کے بادشاہ لوئی نہم کی قیادت میں ساتواں صلیبی حملہ ہوا جسے صلیبیوں کا آخری بڑا حملہ شمار کیا جاتا ہے یہ حملہ شمالی افریقہ میں تونس کے ناکام محاصرہ پر ختم ہوگیا۔

اس لشکر کا ایک حصہ انگلستان کے ولی عہد شہزادہ ایڈورڈ کی قیادت میں عکا پہنچا اور آخرکار ظاہر بیبرس کے ساتھ اس نے صلح کے ایک معاہدے پر دستخط کئے اور یہ مہم بھی ختم ہوگئی۔(۱)

مملوک سلاطین نے شام اور فلسطین کی عیسائی ریاستوں کو یکے بعد دیگرے ختم کرنا شروع کر دیا اور ۱۲۹۱ء میں الملک الاشرف نے عکا کا قلعہ بھی فتح کر لیا جو صلیبیوں کا آخری حصار تھا۔(۲) اس طرح پوپ اربن ثانی نے صلیبی جنگوں کی جو آگ بھڑکائی تھی وہ اپنے انجام کو پہنچی۔

اگرچہ شام اور فلسطین سے صلیبیوں کا صفایا ہو چکا تھا اور یورپ کے صلیبی حملے ختم ہو گئے تھے لیکن بحیرہ روم کے جزائر قبرص، روڈس اور مالٹا وغیرہ عیسائیوں کے قبضے میں تھے۔ وہ ان علاقوں سے قرونِ وسطیٰ کے آخر تک اسلامی مشرق میں لوٹ مار اور غارت گری کرتے رہے۔

انہی جزیروں میں ہوسپٹیلرز اور ٹمپلرز وغیرہ مقدس جماعتیں تیار ہوئیں جو درحقیقت بحری قذاقوں کے منظم گروہ تھے لیکن مسیحی قدسیوں سے منسوب کر کے انہیں مقدس و محترم بنا دیا گیا تھا۔ یہ جماعتیں بھی مسلسل مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہیں۔

قبرص ہی کے ایک بادشاہ بطرس اول نے نئے سرے سے صلیبی حملے کی پرجوش تنظیم کا بیڑا اٹھایا اور ترک مملوکوں کے قبضے سے ارضِ مقدس کو آزاد کرانے کے لئے ایک (جنگجو لشکر) منظم کیا اور تین سال تک یورپی دارالحکومتوں کا دورہ کر کے عیسائی دنیا کو صلیبی جنگ پر ابھارا۔ بالآخر ۱۳۶۵ء میں اس نے ایک طاقتور بحری بیڑے کے ساتھ اسکندریہ پر چڑھائی کی۔ اس حملے میں صلیبی لشکر آٹھ دن تک اسکندریہ میں قتل و غارت گری میں مشغول رہا جس سے ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس پر صلیبی قبضے کے وقت ہونے والے قتل عام کی یاد تازہ ہوگئی۔(۳)

حادثہ اسکندریہ کے بعد بھی صلیبیوں کی کارروائیاں جاری رہیں۔ ان کا مقابلہ کبھی مملوک ترکوں سے رہا اور کبھی ایشیائے کوچک کے عثمانی سلاطین سے لیکن ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا۔ فتح قسطنطنیہ کے ساتھ ساتھ عثمانیوں نے بحرِ متوسط کو صلیبیوں سے صاف کر دیا اور انہیں دھکیل کر قلب یورپ تک لے گئے۔ عثمانیوں نے ان پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ آئندہ تقریباً دو صدیوں تک صلیبی یورپ کو سیاسی اور عسکری میدان میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوسکی۔(۴)

۱۔ ''مقالہ، صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۳۔

۲۔ ایضاً، صفحہ ۲۱۴۔ ۳۔ ایضاً، صفحہ ۲۱۴۔

۴۔ ایضاً۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

قارئین کرام صلیبی جنگوں کی اس طویل تاریخ پر غور فرمائیں۔ صلیبیوں کے ہر حملے کی تیاریوں کا انداز بتاتا ہے کہ وہ شام اور فلسطین سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دینا چاہتے تھے۔ بیت المقدس کو مسلمانوں کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے زبردست کوششیں کی تھیں لیکن صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح کے بعد وہ صدیوں اس پر قبضہ کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے لاکھوں جانیں قربان کی تھیں۔ ان کے کئی بڑے بڑے قائدین اس معرکہ ہلال و صلیب میں کام آئے تھے لیکن بیت المقدس کو تثلیث کا مرکز بنانے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے ملت اسلامیہ کو دبانے کی جتنی کوششیں کی تھیں وہ اتنی ہی ابھری تھی۔ انہوں نے بارہا ملت اسلامیہ کی نااتفاقی، حکمرانوں کی نااہلی اور ان کے باہمی تنازعات کو دیکھ کر یہ یقین کیا تھا کہ اب یہ ملت اپنی ملی زندگی کے آخری سانس لے رہی ہے لیکن وہ حیران تھے کہ ایک بار نہیں بلکہ بارہا ایسا ہوا تھا کہ جب اس ملت کی تباہی یقینی نظر آ رہی ہوتی تھی، کوئی بندہ خدا میدان میں آ جاتا، وہ ملت کے منتشر شیرازہ کو یکجا کرتا، اس کی مردہ رگوں میں زندگی کا نیا خون دوڑاتا اور توحید کے یہ متوالے ایک بار پھر نئے جذبے اور تازہ ولولے کے ساتھ میدان میں آتے اور تثلیث پرستوں کے غرور کو خاک میں ملا دیتے۔

انہوں نے بارہا اس حقیقت کا مشاہدہ کیا تھا کہ ایک حکمران خاندان پرچم توحید کی حفاظت میں کوتاہی کرتا تو ایک دوسرا خاندان آگے بڑھ کر اس مقدس فریضہ کو اپنے ذمہ لے لیتا اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دیتا۔

مسلسل ناکامیوں نے عسکری میدان میں تو صلیبیوں کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا لیکن ان کی اسلام دشمنی میں ہزاروں گنا اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے مسلح تصادم کی بجائے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے دوسرے حربے استعمال کرنا شروع کر دیئے۔

انہیں یقین ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز نہ کسی حکمران کی جرأت میں پنہاں ہے اور نہ کسی جنگجو قوم کی بسالت و شجاعت میں بلکہ مسلمانوں کی قوت ان کے دین کی تعلیمات میں پنہاں ہے۔ ان کی قوت کا مرکز گنبد خضراء ہے جہاں سے ان کے حوصلوں کو نت نیا ولولہ عطا ہوتا ہے۔ ان کو کمزور کرنے کی صورت ایک ہی ہے کہ ان کا رشتہ اپنے دین سے منقطع کر دیا جائے۔ ان کا رابطہ اپنے مرکز سے توڑ دیا جائے۔

انہوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ مسلمانوں کا اپنے دین سے رابطہ منقطع کرنے کی صورت یہی ہے کہ دین اسلام اور داعی اسلام ﷺ کی ایسی مکروہ تصویر کشی کی جائے کہ پھر مسلمان کو مسلمان کہلاتے ہوئے شرم محسوس ہو اور مسلمانوں کو مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے جذبے میں شرک کا شائبہ نظر آئے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

صلیبیوں نے تیغ و سنان رکھ دیئے اور قلم و قرطاس کے ذریعے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے۔ انہوں نے ڈراموں میں، فلموں میں، کارٹونوں میں اور کتابوں میں اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو مسخ کر کے پیش کرنا شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے کئی روپ دھارے۔ جن میں سے ایک روپ استشراق کا ہے۔ ایک مستشرق کے مقاصد اور عزائم بعینہٖ وہی ہیں جو صلیبیوں کے تھے۔ فرق صرف طریقہ کار کا ہے۔ صلیبی دشمن کے روپ میں اسلامی مشرق میں وارد ہوتے تھے لیکن مستشرق، علم دوست بن کر اور مشرقی علم و ثقافت، تہذیب و تمدن، علم و ادب اور دین و مذہب کے حقائق کا جوئندہ بن کر مشرق میں آتا ہے اور پھر اپنے قلم کے زور اور تخیل کی پرواز سے اسلام اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ جس طرح مسلمانوں نے صلیبی تلواروں کے مقابلے میں تلواریں اٹھائی تھیں اسی طرح آج کا مسلمان صلیبی قلم کے مقابلے میں قلم اٹھا کر میدان میں آ جائے۔ جب مسلمان اپنی ملی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے میدان میں آ جائیں گے تو انشاء اللہ العزیز نصرت خداوندی انہی کا مقدر ٹھہرے گی۔

تاتاریوں کے قبولِ اسلام کے عیسائیوں پر اثرات:

ساتویں صدی ہجری/ تیرہویں صدی عیسوی میں ایشیا سے ایک نئی طاقت ابھری جس نے ہر طرف تباہی مچا دی۔ یہ چنگیز خان کی قائم کردہ مغل سلطنت تھی۔ مغلوں نے خوارزم شاہی حکومت کا خاتمہ کیا اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان معرکہ ہلال و صلیب زوروں پر تھا۔ عیسائی مشنریوں نے اس نئی طاقت کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے کے لئے زبردست زور لگایا۔ پوپ نے مغل حکمرانوں کو عیسائی بنانے کے لئے کئی ایک تبلیغی مشن بھیجے اور یورپ کے عیسائی حکمرانوں نے سفارتی ذرائع سے تحائف بھیج کر مغل تاجداروں کو اپنی حمایت پر آمادہ کرنے اور عالم اسلام کے خلاف بھڑکانے کی بہت کوششیں کیں۔ (۱)

عیسائیوں کو اپنی تبلیغی مساعی کی کامیابی کا یقین تھا اور انہوں نے مغلوں سے بھی بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں پے در پے شکستوں کے بعد وہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ طاقتور مغل حکمران ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو شکست دیں گے اور اس طرح صلیبی

۱۔ ''مقالہ، صلیبی جنگیں''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۳۔

بیت المقدس کو مسلمانوں کے تسلط سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ ہلاکو خان یروشلم پر قبضہ کرنے اور اس کو عیسائیوں کے حوالے کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اسے منگو کی وفات کی خبر ملی اور وہ منگولیا لوٹ گیا۔(۱)

جب قراخطائی مغلوں کو سلطنت سنجر کے خلاف فتح حاصل ہوئی تو عیسائی راہبوں نے مغرب میں مشہور کر دیا کہ قراخطائی بادشاہ عیسائی ہے اور وہ مشرق سے اسلام کا صفایا کر دے گا۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ قراخطائی نے یوحنا الملقب بہ وبرسترجون، کے ہاتھ پر نصرانیت قبول کی۔(۲)

عیسائیوں کی یہ امیدیں بر نہ آئیں۔ مغلوں نے ملت اسلامیہ کے ملی وجود پر اگرچہ بڑی کاری ضربیں لگائیں لیکن مغل عیسائیوں کے کسی کام نہ آ سکے۔ مغلوں کے اس سیلاب کو روکنے میں آخرکار مسلمان کامیاب ہو گئے۔ مملوک سلاطین نے انہیں عین جالوت کے معرکے میں شکست فاش دے کر ان کی تباہ کاریوں کا خاتمہ کر دیا۔(۳)

بات ان کی شکست پر ختم نہیں ہوئی بلکہ چنگیز خان کے پوتے برکا خان نے حضرت شیخ شمس الدین باخوری، جو حضرت شیخ نجم الدین کبیر کے اصحاب میں سے تھے، کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔(۴)

چنگیز خان کی اولاد میں ملوک چغتائی، جو ترکستان، کاشغر اور ماوراء النہر پر حکمران تھے، نے بھی اسلام قبول کر لیا۔(۵)

ہلاکو کا بیٹا خربندا بادشاہ بنا تو تاجپوشی کے بعد جو پہلا کام اس نے کیا وہ کلمہ توحید پڑھنا تھا۔ اس نے اپنا نام محمد رکھا اور غیاث الدین کا لقب اختیار کیا۔(۶)

مغلوں کی ایک شاخ مشرقی یورپ میں آباد تھی جو سنہری جرگے یعنی (Golden Horde) کے نام سے مشہور تھی، اس کے متعلق انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

> سنہری جرگے کے بادشاہوں کے قبول اسلام نے قسطنطنیہ اور مصر کے ساتھ ان کے روابط قائم کر دیئے۔(۷)

۱۔ ''مقالہ، منگولز'' انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، جلد ۱۵، صفحہ ۱۷۔

۲۔ ''اطلس تاریخ الاسلام''، صفحہ ۲۳۹۔ ۳۔ ایضاً، صفحہ ۲۴۱۔

۴۔ علامہ ابن خلدون المغربی، ''تاریخ العلامہ ابن خلدون''، (بیروت، ۱۹۶۸ء)، جلد ۵، صفحہ ۱۱۲۳۔

۵۔ ایضاً، صفحہ ۱۱۲۷۔ ۶۔ ایضاً، جلد ۲۱، صفحہ ۸۳۔

۷۔ ''مقالہ، منگولز''، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، جلد ۱۵، صفحہ ۱۹۷۔

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

اس طرح جن لوگوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی تھی، ان کی مساجد کی بے حرمتی کی تھی، ان کے ادب وثقافت کو زبردست نقصان پہنچایا تھا، جن کے وحشیانہ مظالم نے عروس البلاد بغداد کو انسانی خون میں ڈبو دیا تھا وہی لوگ پھر اسلام کا پرچم تھامے نظر آئے۔

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

صرف مغل بادشاہوں نے ہی اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ ان کے عوام کی اکثریت بھی مسلمان ہوگئی تھی۔ مغل قومیں آج بھی دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کی اکثریت دین اسلام کی پیرو ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا نے لفظ ''تاتار'' کے ضمن میں لکھا ہے کہ تاتاری مسلمان ہیں اور ترکی زبان بولتے ہیں۔(۱)

صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کی شکستوں کے ساتھ ساتھ مغلوں کا مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا پھر انہی کے ہاتھوں مغلوب ہونا اور آخرکار دین اسلام کے حصار میں پناہ لینا ایسے واقعات تھے جنہوں نے متعصب عیسائیوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ اس نفرت کو علیم و خبیر خدا نے صدیوں پہلے ہی بیان فرما دیا تھا:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ج وَمَا تُخْفِىْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (۲)

''ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے صاف بیان کر دیں تمہارے لئے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔''

مستشرقین کی کتابوں میں اسلام کے خلاف بغض کے جو شعلے آپ کو نظر آتے ہیں وہ وہی بغض ہے جس کی طرف قرآنِ حکیم نے اشارہ کیا ہے۔

(ضیاء النبی، جلد ششم، از پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری)

ALWAYS VALUE THESE THREE THINGS:
I. Naseehat: Good Advice.
2. Ehsaan: Good deeds done to others.
3. Death: Remembering it at all times.

۱۔ ''تاریخ العلامہ ابن خلدون''، جلد ۲۱، صفحہ ۸۳۔

۲۔ سورۃ آل عمران: ۱۱۸۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں